© rasailojaraid.com

جیسے شراب وغیرہ) محصول لگانا۔ یا مکانون یا اور استعمالی چیزون (مگہی گہوڑے) یا اشخاص پر ٹکس لگانا یا زرعی زمین پر خراج مقرر کرنا شرع انکو باطل نہین کرتی اور ان کامون مین اگر اہل اسلام حکام کی ملازمت اختیار کرین یا بلا معاوضہ ان کامون کی کمیٹیون کے ممبر ہو جاوین تو انکو اسمین گناہ نہین ہے۔

یہہ بات ہم نے اسلئے جتادی ہے کہ آجکل لوکل سلف گورمنٹ یعنی مقامی خود حکومتی وخود مختاری کی کمیٹیون کی تجویز ہو رہی ہے اور ان کمیٹیون مین شامل ہونے سے ہمارے بعضے ناواقف بہائیون کو معصیت کا خوف ہے۔

وہ صاحب اس فتوی کو غور سے پڑہین اگر اوسمین وہ اپنے خیال کی غلطی سے اطلاع پاوین تو اُن توہمات و تشکیکات سے باز آوین۔ اور مسلمانون کو ان کمیٹیون کا ممبر بننے سے نہ روکین انکی اس حالت ذلت پر ترحم فرماوین۔ اور اگر اسمین کچہہ عذر رکہتے ہین تو اس سے ہمکو خاص طور پر اطلاع دین۔

اور نوکریون کے باب مین ہم ایک جداگانہ فتوی تحریر مین لاتے ہین۔

سوال

مسلمانون کو کفار کی نوکری جائز ہے یا ناجائز اور مسلمان اور کافر کی نوکری مین کچہہ فرق ہے ؟

جواب

جو کام مسلمانون کو بجائے خود کرنا جائز ہے اوسمین اوسکو نوکری (مسلمان کی ہو یا اور مذاہب والون کی) بہی درست ہے اور جو کام بجائے خود کرنا ناروا ہے اسمین کسیکی (مسلمان ہو یا غیر) نوکری بہی جائز نہین۔ اسمین کفر و اسلام کو کچہہ دخل نہین اور مسلمان اور غیر مسلمان مین کچہہ فرق نہین۔ جواز و عدم جواز کا مدار و مناط اوس کام کا جائز یا ناجائز ہونا ہے۔

۱ کافر ایسا وسیع لفظ ہے کہ ہر فرقہ اپنے مخالف کو کافر کہہ سکتا ہے بلکہ معنی لغوی کے لحاظ سے تو ہر فرقہ اپنے آپ کو دوسرے کی مذہب سے کافر یعنی منکر کہتا ہے اسی محاورہ سے انبیا نے دین مشرکین سے انکار کیا ہے اور انکو کفر کہا ہے۔ دیکہو اشاعۃ السنہ نمبر ۱ جلد ۴ صفحہ ۱۹ پس اس لفظ کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر جس کام کو ناجایز قرار دین اسکا بالیقین ناجایز ہونا ضروری ہے عدم جواز کا محتمل ہونا کافی نہین لہذا جو کام جواز و عدم جواز دونون کا احتمال رکہتا ہے اور مسلمان کو اسکے عدم جواز کا علم نہین ہے وہ کام اوسکو بجائے خود یا کسیکی نوکری سے کرنا ناجایز نہ ہوگا ۔

اسکی مثال تلوار بنانا ہے جو ایک گناہ بہی ہوسکتا ہے جبکہ اس تلوار کو بے محل استعمال کرنے اور اوسکے ساتہہ کسی بیگناہ کا سر کاٹنے کے لئے بنایا جاوے اور وہ باعث و موجب ثواب بہی ہوسکتا ہے جبکہ وہ ظالم انسان یا موذی حیوان کے سر کاٹنے کو بنائی جاوے یہہ کام مسلمان کو اپنے لئے بہی جایز ہے اور دوسرے کا نوکر ہوکر بہی درست ہے بشرطیکہ اوسکو اس بات کا یقین نہ ہو کہ جو شخص (مسلمان یا کافر) جسکے تلوار بنائیگا وہ اسکو بے محل استعمال مین لاویگا ۔ گو پیچہے کر وہ بیمحل ہی استعمال مین لائی جاوے ۔

ایسی ہی اور بہت سی مثالین ہین جیسے اناج بونا یا درخت لگانا یا غلہ فروخت کرنا یہہ کام گناہ بہی ہوسکتے ہین جبکہ زمین کی پیداوار یا درخت کے پہل یا غلہ کی قیمت کو بیمحل صرف کیا جاوے اور ایسی نیت سے اون چیزون کو پیدا کرنیکے لئے وہ کام کئے جاوین اور یہہ کام طاعت و موجب ثواب بہی ہوسکتے ہین جبکہ ان سے کار خیر کا ارادہ کیا جاوے لہذا یہہ کام مسلمانون کو اپنے لئے بہی کرنے جایز ہین اور انمین دوسرون (مسلمان ہون یا کافر) کی نوکری بہی درست ہے جبکہ عاملین کو اون کو یہہ علم نہ ہو کہ جو شخص ان سے یہہ کام کراتا ہے وہ ان کامون سے گناہ کرنیکا ارادہ رکہتا ہے ۔

ان مثالون سے جس صورت کو ہمنے ناجایز کہا ہے وہ بعینہ قرآن و حدیث مین وارد ہے اور سلف و خلف علماے اسلام کے اقوال و افعال اسکے جواز پر شاہد ہین ۔

قرآن مین ارشاد ہے کہ یوسف علیہ السلام نے (مصر کے) بادشاہ (ریان بن الولید) سے کہا کہ تو مجہے اس سرزمین کے خزانون (غلات و اموال

قال اجعلنی علی خزائن الارض (سورہ یوسف)

© rasailojaraid.com

وغیرہ) پر مختار کر دیا۔

عامہ مفسرین نے لکھا ہے کہ ریان بن الولید (اسوقت کا) بادشاہ مصر کافر تھا پیچھے کو یوسفؑ پر ایمان لایا۔ اور عام مصر یونکا اسوقت بت پرست ہونا اور حضرت یوسفؑ کا قید یون کو یہہ کہنا کہ مین اوس قوم کے ملت پر نہین ہون جو خدا پر اور پچھلے دن پر ایمان نہین رکہتے اور خدا تعالیٰ کا حضرت یوسف* کی شریعت یعقوبی مین سزای چوری کو بادشاہ کے دین سے مخالف کہنا عام مفسرین کے بیان کی تصدیق کرتا ہے۔

اسی سے مفسرین نے مسلمان کے لئے کافر کی ایسی نوکری کا (جسمین حق کی قائمت ہو) جواز نکالا ہے۔ امام رازی نے تفسیر کبیر مین کہا ہے:

لقائل ان یقول لم طلب یوسف الامارۃ والنبی صلعم قال لعبد الرحمن بن سمرۃ لا تسال الامارۃ وایضاً فکیف طلب الامارۃ من سلطان کافر (الی ان ذکر اسئلۃ اخری ثم قال) فھذہ اسئلۃ سبعۃ لابد من جوابھا فنقول الاصل فی جواب ھذہ المسائل ان التصرف فی امور الخلق کان واجباً علیہ فجاز ان یتوصل الیہ بای طریق کان الی ان اثبت الاجوبۃ بدلائل ثلثۃ۔ (تفسیر کبیر صفحہ جلد ۵)	یہان کوئی سوال کرسکتا ہی کہ حضرت یوسفؑ نے خزائن کی امارت کیون چاہی آنحضرت نے تو امارت طلب کرنیسے منع کیا ہے۔ اور امارت بھی کافر بادشاہ سے چاہئے۔ اسی قسم کے سات سوال ہین انکا جواب یہہ ہی کہ لوگون کے کامون مین تصرف ان پر واجب تھا یعنی یہہ کام انکا اپنا فرض تھا۔ پہر اسکو جس طرح بن پڑا حاصل کیا پہر اسکے وجوب اور ادا کے صحیح ہونیکو تین دلائل سے ثابت کیا ہی اور یہہ وہی بات ہوئی جو ہمنے کہا ہے کہ نوکری مین کفر و اسلام کا کچھہ دخل

نہین ہے۔ اسمین اصل فعل کو دیکہنا چاہئے جیسا اصل فعل ہوگا ویسا ہی حکم ہوگا (یعنی جواز یا عدم جواز جیسی صورت ہو)۔

تفسیر فتح البیان (جو تفسیر فتح القدیر امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا خلاصہ ہے) مین فرمایا ہی:

طلب یوسفؑ منہ ذالک لیتوصل	کہ یوسفؑ نے مصر کے خزائن (طعام و اموال) کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الى نشر العدل ورفع الظلم ويتوسل به
الى دعاء اهل مصر الى الايمان بالله تعالى
وترك عبادة الاوثان وفيه دليل على انه
يجوز لمن وثق من نفسه اذا دخل في
امر من امر السلطان ان يرفع منار الحق
ويهدم ما امكن من الباطل ان يطلب
ذلك لنفسه.... ولكنه يعارض هذا
لجواز ما ورد عن النبي صلى الله عليه وسلم
من النهي عن طلب الولاية والمنع من تولية
من طلبها او حرص عليها وكان يوسف
طلبه ابتغاء لوجه الله لا لحب الملك
والدنيا۔ وبهذا يجمع بينهما الى ان قال
وقد استدل بهذه الآية على انه يجوز
تولي الاعمال من جهة السلطان الجائر
بل الكافر لمن وثق من نفسه بالقيام
بالحق وقد قدمنا الكلام مستوفى على هذا
في قوله سبحانه ولا تركنوا الى الذين ظلموا
وقال مجاهد ولم يزل يوسف يدعو الملك
الى الاسلام ويتلطف به حتى اسلم الملك

(فتح البیان جلد ۵ صفحہ ۴۲۸)

سرداری اسلئے چاہی کہ وہ اسکے سبب سے عدل پھیلائین
اور ظلم اوٹھادین اور اسکے ذریعہ سے مصریون کو
ایمان کیطرف بلادین اور ان سے بتون کی عبادت
چھوڑادین۔ اسمین اس مسئلہ کی دلیل ہے کہ جو
کوئی اپنے نفس پر اعتماد رکھے کہ امور سلطنت مین
دخیل ہوگا تو حق کو عزت دیگا اور باطل کو جہانتک
ہوسکا مٹادیگا تو اوسکو ان امور کا طلب کرنا جائز
ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے امارت طلب
کرنیکی ممانعت آئی ہے وہ اسکے مخالف ہے
ولیکن اسمین اسمین یون تطبیق ہوسکتی ہے
کہ یوسف علیہ السلام نے ذاتی غرض کے لئے
امارت نہین چاہی"۔ پھر فرمایا "علماء نے اس سے
استدلال کیا ہے کہ ظالم بلکہ کافر بادشاہ کی
نوکری جایز ہے اُس شخص کے لئے جو اپنے نفس
پر قایم رہنے کا اعتماد رکھتا ہو۔ اس بات مین پوری
بحث ہم آیہ ولا ترکنوا الخ کے ذیل مین کرچکے
ہین۔ مجاہد تابعی نے کہا ہے کہ یوسف بادشاہ
کو اپنے دین کیطرف بلاتے رہے یہانتک کہ وہ مسلمان
ہوگیا اور بہتیرے اور بھی۔

اور جو اسمین بذیل آیہ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا کہا ہے اسکا حاصل یہی ہے

وقيل انها عامة في الظلمة من غير فرق

کہ اس آیت مین عام ظالمون (کافر ہون خواہ مسلم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بين كافر ومسلم وهذا هو الظاهر
من الآية فان قلت قد وردت الأدلة الصحيحة
بوجوب طاعة الائمة والسلاطين
والأمراء وظاهر ذلك انهم وان بلغوا
في الظلم الى اعلى مراتبه وفعلوا اعظم
انواعه مما لم يخرجوا به الى الكفر البواح
فان طاعتهم واجبة فان اعتبرنا
مطلق الميل والسكون فمجرد هذه
الطاعة المأمور بها مع ما تستلزمه
من المخالطة هي ميل وسكون وان
اعتبرنا الميل والسكون ظاهراً وباطناً
فلا يتناول النهي في هذه الآية من مال
اليهم في الظاهر لا من يقتضي ذلك شرعاً كالطاعة
او للتقية ومخافة الضرر او لجلب مصلحة عامة
او خاصة او دفع مفسدة عامة او خاصة قلت الطاعة
على عمومها بجميع اقسامها حيث لم تكن في معصية الله
فهي على فرض صدق مسمى الركون عليها مخصصة
لعموم النهي عنه بادلتها التي قدمنا الاشارة
اليها ولا شك في هذا ولا ريب فكل من امر وهو ابتدأ
ان يدخل في شيء من الاعمال التي امرها اليهم مما لم يكن
من معصية الله كالمناصب الدينية ونحوها واذا وثق

من نفسه بالقيام بما وكل اليه فذلك واجب عليه فضلاً ان يقال جائز له - واما مخالطتهم والدخول عليهم لجلب مصلحة او دفع مفسدة فهو مخصص بالادلة الدالة على شرعية جلب المصالح

کی اطاعت ومیلان کا حکم بیان ہوا ہے اور
یہی اس آیت کے ظاہری معنے ہیں لیکن اگر
ہر قسم کی اطاعت ظالمون کو اس میلان
ممنوع مین داخل سمجھا جاوے تو اس سے اون
احادیث کا خلاف ہوتا ہے جنمین فاسق اور
ظالم مسلمان بادشاہون کی اطاعت کا حکم
آچکا ہے لہذا ضرور ہوا کہ اسمین وہ اطاعت
داخل نہ کیجاوے جس مین معصیت متصور
نہ ہو پس جسکو وہ ظالم ایسے امور مین مامور
کرین جو گناہ نہ ہو بلکہ اس مین ادائے
واجب متصور ہو تو ان کامون مین ان کی
اطاعت واجب ہی نہ صرف جائز۔

رہا اُن ظالمون سے میل جول سو اگر کسی
خاص یا عام مصلحت کے لئے ہو تو بشرطیکہ
اُن کے ظلم پر دل سے خوشی نہ ہو بلکہ کراہت
جائز ہے۔

اسمین بھی ہمارے اس بیان کی تصدیق
ہے کہ نوکر کیے کام کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کیسا ہے
(طاعت ہے یا معصیت) اس شخص پر جسکی
نوکری کیجاوے نظر وخیال ضروری
نہین ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسری دلیل ـ صحیح بخاری مین ایک باب مقرر کیا ہے جسکا عنوان یہ ہے

باب ھل یؤاجر الرجل نفسه من مشرك في ارض الحرب ـ

حدثنا عمر بن حفص ثنا ابي ثنا الاعمش عن مسلم عن مسروق قال ثنا خباب قال كنت رجلا قينا فعملت للعاص بن وائل فاجتمع لي عنده فاتيته اتقاضاه فقال لا والله لا اقضيك حتى تكفر بمحمد فقلت اما والله حتى تموت ثم تبعث فلا ـ قال واني لميت ثم مبعوث قال نعم قال فانه سيكون لي ثم مال وولد فاقضيك فانزل الله تعالى افرأيت الذي كفر باٰيتنا وقال لاوتين مالا وولدا ـ

(صحیح بخاری جلد ۲ ذکر السیف ص ۶۹۱)

کہ کیا مشرک کی نوکری یا مزدوری اوسکی زمین یا ملک مین جایز ہے ـ

پہر اسکے جواب اور ثبوت مین خبّاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ صحابی سے یہہ حدیث نقل کے ہے کہ اونہون نے کہا کہ مین لوہار کا کام کیا کرتا تہا ـ

پس مینے عاصی بن وایل (رئیس مشرکین مکہ) کے لئے تلوار بنا ئی ـ جب میرا حق اوس کے پاس جمع ہوا تہا تو مین اسکے تقاضے کے لئے اوس کے پاس گیا اوس نے کہا کہ جبتک تو محمد رسول اللہ سے منکر نہ ہوجائیگا تیرا حق نہ دون گا ـ مینے جواب دیا بخدا مین اسوقت تک کہ تو مرے اور پہر اوٹہے اون سے منکر نہ ہون گا ـ وہ بولا مین مرون گا تو پہر کیا اوٹہایا جاون گا ؟ خباب نے کہا ہان تو اوٹہایا جاویگا ـ وہ بولا وہان میرا مال بہی تو میرے پاس ہی ہوگا مین وہین تیرا حق ادا کر دونگا ـ تسپر خدا نے یہہ قول نازل فرمایا ؛ تو نے اسکو بہی دیکہا جو ہماری آیتون سے منکر ہوا اور بولا (قیامت کے دن) مین مال و اولاد دیا جاونگا ـ

اِس حدیث کی شرح مین عسقلانی اور قسطلانی نے شروح بخاری مین کہا ہے اِس حدیث سے ملازمت (یا اجرت) مشرکین اِس وجہ سے جایز معلوم ہوتی ہے کہ عاصی مشرک تہا اور خباب اسوقت

ووجه الدلالة ان العاصي كان مشركا وكان خباب اذ ذاك مسلما

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وملک حینئذ دار حرب واطلع علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واقرہ۔ (قسطلانی ص۱۵۳ وشلہ فی الفتح)	مسلمان تہا اور مکہ اسوقت دار الحرب تہا اور اس فعل خباب پر آنحضرت (مین کہتا ہون خود خدا تعالی) مطلع ہوے اور اوس کو مسلم

وبرقرار رکہا۔

اسی کلام کے **متصل** ان کتابون مین یہہ بہی کہاہے مگر اسمین احتمال ہے کہ:

یہہ جواز ملازمت (یا اجرت) حالت ضرورت مین ہو یا یہہ مشرکین سے لڑنے کی

ولکن یحتمل ان یکون الجواز مقیدا بالضرورۃ وقبل الاذن بقتال المشرکین والامر بعدم اذلال المؤمن نفسہ۔	اجازت سے اور مومن کو ذلیل نہ ہونے کے حکم سے پہلے ہو یعنے پیچہے کر یہہ حکم جواز منسوخ ہوگیا ہو۔

ولیکن ہم ان ہی کتابون کے دس بیس ورق آگے پیچہے سے الٹکر دیکہتے

النسخ لا یثبت بالاحتمال۔ (قسطلانی جلد ۴ ص۲۴۵ وص۳۳۶ وغیرہ)	ہین تو اسمین صاف لکہا ہوا پاتے ہین کہ: صرف احتمال سے نسخ ثابت نہین ہوتا

ومعہذا یہہ احتمالات بہی ضعیف وبلا وجہ ہین۔

حالت ضرورت سے مقید ہونے کا احتمال تب باوجہ ہوتا ہے جبکہ ممانعت ملازمت یا اجرت کفار کسی دلیل سے ثابت ہوتی اور جس حالت مین اس ممانعت پہ کوئی دلیل قائم نہین ہوئی اور نہ کسینے پیش کی ہے تو جواز کو حالت ضرورت پہ محمول کرنیکا احتمال کیا معنی رکہتا ہے؟

لڑائی کے حکم سے جواز کے اوٹہہ جانیکا احتمال بہی بلا وجہ ہے۔ کفار سے لڑائی کرنیکا حکم ایسا عام نہین ہے کہ اس سے عام کافرون کی ملازمت یا آجرت کی ممانعت ثابت ہو جن کفار سے باتفاق مسلمانان روئی زمین لڑائی کرنیکا ابتک حکم نہین (جیسی عورتین یا بڈہے لوگ یا راہب گوشہ نشین جنسے مسلمانون کو خوف ایذا نہ ہو یا کفار محاربین

© rasailojaraid.com

جنسے مسلمانوں کا عہد و پیمان مصالحت ہوچکا ہو خواہ وہ اپنے جائے سلطنت و حکومت میں ہوں خواہ مسلمانوں کے رعایا اور امان میں ہوں) اون کی نوکری کو لڑائی کے حکم کے کیا مزاحمت و ممانعت ہے کہ اس سے اسکا رفع و منسوخ ہونا متصور ہو۔

مومن کے ذلیل نہ ہونے کی بابت اگر بالفرض کوئی عام حکم کتاب و سنت میں وارد ہولیے تو اس سے صرف ان نوکریوں اور اجرتوں کی ممانعت اور منسوخیت ثابت ہوگی جنمیں مسلمان کے ذلت متصور ہے جیسی خدمتگاری یا کفش برداری نہ ان نوکریوں اور اجرتوں کے ممانعت و منسوخیت جو اس قسم سے نہیں ہیں جیسے جناب صحابی کا تلوار بنانا یا حضرت یوسفؑ کا بادشاہ مصر کا نائب بنجانا۔

اور اگر کسیکو یہ ادعا ہے کہ کفار سے کسی قسم کا معاملہ (جسمیں انکی عزت یا شوکت یا خاطرداری و تابعداری پائی جاوے یا اُن کے سامنے مسلمان کا مغلوب یا زیر یا محتاج ہونا متحقق ہو) جایز نہیں اور اسمیں مسلمانوں کی ذلت اور کفار کی عزت متصور ہے تو اس پر کتاب و سنت کی شہادت پائی نہیں جاتی۔

ہرچند بعض موقعوں پر† کفار کے سامنے دب جانے یا اُن کی توقیر کرنے کی ممانعت آچکی ہے اور اونکو دبانے اور خود ان پر غالب رہنے کی ترغیب وارد ہے مگر وہ ترغیب و ممانعت ہر موقع کے لئے نہیں ہے اور نہ ہر کافر کی نسبت ہے۔ بہتیرے مشرک اور کافر ایسے ہیں کہ وہ اس ترغیب و ممانعت سے مخصوص و مستثنی ہیں اور بہت سے موقعوں پر خدا تعالی اور اس کے رسول اور انکے پیروان مقبول کے کفار و مشرکین کے ساتھ ایسے معاملات

† جیسا آیات "اذلة علی المومنین اعزة علی الکافرین"، و "حتی یعطوا الجزیة عن ید وهم صاغرون" اور "ولنخرجنهم منها اذلة وهم صاغرون" اور احادیث "لا تبدؤا الیهود والنصاری بالسلام۔ واذا لقیتم احدهم فی طریق فاضطروه الی اضیقه"، "انا لا نستعین بمشرک"۔ وغیرہ میں وارد ہے۔

© rasailojaraid.com

ہوئے ہین جنمین کفار کی تذلیل نہین ہے بلکہ اُن کی خاطرداری و توقیر پائی جاتی ہے
اِنکی تفصیل کا اصلی محل تو ہمارا رسالہ **الاقتصاد فی مسائل الجہاد** ہے
اسمقام مین چند تمثیلات ان معاملات کی ہدیہ ناظرین کرتے ہین۔

(۱) خداتعالی نے فرمایا ہے کہ اگر کفار تجھ سے (اے پیغمبر) صلح کے لئے جھکین تو

وان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوكل على الله	تو بھی جھک جا اور خداتعالی پہ بھروسا کر ظاہر

ہے کہ صلح مین ہر ایک فریق دوسرے فریق کے آگے کسیقدر دب جاتا ہے اور ایکدوسرے کو ذلیل نہین کرتا خصوصاً جبکہ وہ صلح مال پر نہ ہو۔

(۲) خداتعالے نے بعض کفار (والدین واقارب وذوی الارحام) سے ایسا ہی صلہ

واخفض لهما جناح الذل من الرحمة (بنی اسرائیل ع)	و فروتنی کا حکم دیا ہے جیسا کہ مسلمان والدین
ووصينا الانسان بوالديه وان جاهداك على ان تشرك بي ما ليس لك به علم فلا تطعهما وصاحبهما في الدنيا معروفا (لقمان ع)	واقارب سے۔ انمین اُن مین فرق صرف اتنا ہے کہ کفار سے دین مین دوستی و شراکت واعانت نہ کرین۔

(۳) خداتعالی نے اون کفار سے جو مسلمانون کے ساتھ دین پر نہین لڑتے نیکی اور دوستی

لا ينهاكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في الدين ولم يخرجوكم من دياركم ان تبروهم وتقسطوا اليهم ان الله يحب المقسطين - انما ينهاكم الله عن الذين قاتلوكم في الدين واخرجوكم من دياركم وظاهروا على اخراجكم ان تولوهم (الممتحنہ ع)	سے منع نہین کیا بلکہ اُن کفار سے نیکی اور دوستی سے منع کیا ہے جو† دین پر اون سے لڑین اور اون کو گھرون سے نکال دین اور اون سے لڑنے والون کو مدد دین۔

† اس آیت سے یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو ادایات لا تجد قوما يؤمنون بالله واليوم الآخر يوادون من حاد الله ورسوله (مجادلہ ع ۳) ومن يتولهم منكم فانه منهم (مایدہ ع ۷، توبہ ع ۳) وغیرہ مین کفار کی دوستی کو کفر ٹھہرایا ہے اس سے دین کی دوستی مراد ہے یعنی دین کی نظر سے انکی محبت رکھنا اور انکے دین کو پسند کرنا (دیکھو تفسیر کبیر صفحہ [illegible] جلد ۲)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۴) خدا تعالیٰ نے اہلکتاب عورتوں کا نکاح مسلمانوں کے لئے مباح کردیا ہے اور

الیوم احلت لکم الطیبات وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم وطعامکم حل لھم والمحصنات من المومنات والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب (مایدہ ۲۶)

اور منکوحہ عورتوں سے جو کچھہ محبت و اعزاز واکرام مردوں کیطرف سے ہوتا ہے وہ مخفی نہیں ہے -

(۵) ایلہ کے عیسائی بادشاہ (یوحنا) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک

اھدی ملک ایلۃ للنبی صلعم بغلۃ بیضاء فکساہ بردا وکتب لہ ببحرھم - (صحیح بخاری باب قبول ہدیۃ المشرکین صفحہ ۳۵۶)

سفید رنگ کی خچر بطور ہدیہ بھیجی آپنے وہ قبول کی اور اسکو (بطور خلعت) چادر عطا کی اور اس علاقہ کی سرداری لکھدی -

(۶) اکیدر (عیسائی) دومۃ الجندل کے رئیس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

عن انس ان اکیدر دومۃ اھدی الی النبی صلعم جبۃ سندس (بخاری صفحہ ۳۵۶)

خدمت مین ایک ریشمین جبہ ارسال کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا -

ہدیہ کا قبول کرنا ایک نوع اعزاز اور وسایل محبت سے ہے - اسی نظر سے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے تھادوا تحابوا یعنے آپسمین ہدیہ لو اور دو - اس سے تمہاری آپکی محبتین بڑہین گی -

(۷) آنحضرت صلعم اون کفار سفیرون کو جو سلاطین (مخالفین اسلام) کیطرف

اجیزوا الوفد بنحو ما کنت اجیزھم (بخاری صفحہ ۴۲۹)
ای اکرموھم بالضیافۃ والتطییب لنفوسھم والاعانۃ لھم سواء کانوا مسلمین او کفارا

سے آپکے پاس آتے تہے انعام عطا فرماتے تھے اور اس امر کی اپنے جانشینون کو تاکید کر گئے -

(۸) آنحضرت صلعم نے ہرقل (عیسائی بادشاہ روم) کو خط لکھا اور اوسمین اوسکو

من محمد بن عبد اللہ الی ھرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الھدی (بخاری صفحہ ۴)

بخطاب عظیم الروم مخاطب فرمایا یہ شرطی اور ضمنی سلام بھی اوسکو لکھا -

© rasailojaraid.com